پیروی رِسالت و حقیقتِ تصوّف

ڈاکٹر محمد شاہ کھگہ (شعبہ فارسی)
ڈاکٹر غلام اکبر (شعبہ فارسی)
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract

The life of Prophet Muhammad (Peace be upon him) is full of countless examples that show his status as a role model for Muslim socities and individuals.His life is one that was dominated by a superior morality,good habits,noble and gentle feelings and superior skills.Studying the life of the Prophet,the scholars who propagated the science of Tasawwuf understood that a requisite for approaching Allah was abondonment of the common pursuits of the word for wool is Suf and thus,those who wore it became known as the sufis.

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین اسلام کے تمام احکامات پر عمل کر کے واضح طور پر ثابت کر دیا کہ اسلام کیا ہے؟ ایک کامیاب زندگی گزارنے کا طریقہ اپنے عمل سے بتا دیا۔ اپنے آخری خطبہ (حجۃ الوداع) میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے کامیاب زندگی گزارنے کا طریقہ بھی بتا دیا۔ فرمایا: مسلمان کا خون کرنا اور بے آبروی کرنا دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کام کا حساب لے گا۔ اپنے اہل وعیال اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، ان کے ساتھ سختی نہ کرنا۔ وہ بھی تمہاری طرح مخلوق خدا ہے۔ فلاحِ دارین قرآنی دساتیر اور میری سنّت یعنی میری عملی زندگی ہے۔ حضور اکرمؐ کا عمل صحابہ کی زندگیوں میں بدرجہ کمال موجود تھا۔ آپ کی سچائی وصداقت ،عبادت وریاضت، شرافت ونجابت اور امانت ودیانت، صحابہ کرامؓ کے روزمرہ عمل سے جھلکتا تھا، زہد وفقر اور سادگی و فاقہ کشی، آپ کی پہچان اور شان تھی۔ یہاں پر خلیفہ دوم کے فقر کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

> ''پچاس صحابہ کسی مسجد میں جمع تھے۔ باتوں باتوں میں کسی نے کہہ دیا کہ اس شخص (عمر فاروقؓ) کے زہد واتقا نے ناک میں دم کر رکھا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ خدا نے اپنے فضل وکرم سے بلاد مشرق ومغرب اور عرب وعجم اس کے ہاتھ سے فتح کروا دیے دور دور سے بادشاہوں کے سفیر اس کے پاس آتے ہیں مگر اس کا لباس دیکھو۔ وہی موٹا کپڑا جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوتے

ہیں۔ اس طرح سلطنت اسلام پر حرف آتا ہے۔ ان صحابہ کے اسرار پر جنابہ عائشہ صدیقہؓ اور جنابہ حفصہؓ نے جناب فاروق اعظم سے گفتگو کرنے کی اجازت چاہی، تاکہ اس موضوع پر گفتگو کر سکیں''۔(۱)

ان صحابہ نے یہ بات اس لیے کی کہ عمر فاروقؓ کو اپنے سے بڑھ کر دیکھنا چاہتے تھے وگرنہ وہ خود عبادت و ریاضت میں یکتا تھے۔ امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ نے ام المومنین کے حضور حاضر ہو کر فرمایا، کیا حکم ہے فرمایئے: جنابہ صدیقہؓ نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ دنیا کو چھوڑ گئے اور جنّت میں اپنے رب کے پاس پہنچے۔ ان دونوں صاحبوں نے نہ تو دنیا کی کبھی پروا کی اور نہ دنیا کبھی ان کے پاس پھٹکی۔ اب ان کی جگہ آپ ہمارے نگران و محافظ ہیں۔ خدا نے آپ کے ہاتھوں سے قیصر و کسریٰ کے ملک فتح کرائے۔ ان کے خزانے اور سلطنتیں آپ کے ماتحت ہیں۔ امید ہے اللہ تعالیٰ اس میں دن دگنی رات چوگنی ترقّی دے گا۔ اس وقت روم کے سفیر دربارِ معلّیٰ میں حاضر ہوتے ہیں۔ عجم کے قاصد دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ عرب کے وفود آ کر زیارت مبارک سے مشرف ہوتے ہیں مگر افسوس کہ آپ کے لباس کی بڑی خستہ حالت ہے۔ اس میں چمڑے کے پیوند لگے ہیں۔ آپ اگر عمدہ لباس زیب تن فرماتے تو آپ کی بڑی ہیبت اور عظمت ہوتی۔ فاروق اعظمؓ نے عرض کیا اے ام المومنین تمہیں قسم ہے خدائے عزّ وجل کی، مجھے بتادو کہ حبیب رب العالمین جناب سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی دس دن لگا تار گندم تو کجا جَو کی روکھی اور سوکھی روٹی بھی پیٹ بھر کر کھائی تھی۔ دس تو زیادہ ہیں مجھے صرف تین دن متواتر ہی کا پتہ بتادو۔ اسے بھی جانے دو، کیا تم مجھے ان کے ایک صبح و شام بھی سیر ہو کر کھانے کی اطلاع دے سکتی ہیں۔ جب اس باعث تخلیق ارض و سمانے دنیا میں اس طرح زندگی بسر فرمائی تو میں کس قطار و شمار میں ہوں جو ناز و نعم سے زندگی بسر کروں۔ عمرؓ سے یہ امید کبھی نہ رکھنا کہ غریب مسلمانوں کے مال سے تن پروری کرے۔ اے صدیقہ! کبھی آپ نے یہ بھی دیکھا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا زمین سے ایک بالشت بھی اونچا رکھ کر تناول فرمایا ہو۔ آپؐ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے: کہ میں بندہ ہوں اور غلاموں کی طرح کھایا کرتا ہوں۔ جنابہ صدیقہؓ یہ دردناک تقریر سن کر رو پڑیں اور فرمایا: امیر المومنین آپ سچ فرماتے ہیں۔ آپ سے پہلے دونوں سرداروں کی عادت مبارک ایسی ہی تھی (۲)

رسالہ قشیریہ میں ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ کے ساتھ رہنے والوں کو صحابہ کہا گیا اور صحابہ کے رابطے میں اور قریب رہنے والوں کو تابعین کہا گیا اور اس کے بعد کے لوگوں کو تبع تابعین، پھر لوگ مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹتے چلے گئے جن کا رجحان دین کی طرف زیادہ تھا اور زہد و اتقاء والوں کو زاہد اور عابد کہا گیا ایسی صورت حال میں

جس فرقے میں تقویٰ زیادہ تھا انہیں صوفی کہا گیا ہے۔ صوفیاء کا مقصود خدا تعالیٰ کی رضا ہوتا ہے، اور خدا کا فرمان ہے کہ میرے پیارے حبیب کی اتباع کرو، میں تم سے راضی بھی ہو جاؤں گا اور تم سے محبّت بھی کروں گا، بلکہ پچھلے تمہارے گناہ بھی معاف کر دوں گا۔ رسالتمآب ؐ کے مطابق بتائے ہوئے قوانین کے مطابق تم خدا کی عبادت کرو، خود کو اس کی عبادت میں ہر وقت مشغول رکھو، جس سے ترغیب پا کر ایک جماعت حضور اکرم ؐ کی زندگی میں ہی ہر وقت مسجد نبوی میں خدا کی عبادت میں مشغول رہنے لگی، جن کو اہل صفا کہا گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب حجتہ اللہ البالغہ میں اس حدیث پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے کہ یقینی طور سے تصوّف کا مفہوم اس حدیث سے آیا ہے جو اس طرح ہے، اللہ کے فرشتے جبرئیل نے پیغمبر اسلام حضرت محمد ؐ سے کہا کہ احسان کے سلسلے میں آپ کیا سمجھتے ہیں، بتائیں۔ تو پیغمبر اسلام حضرت محمد ؐ نے فرمایا کہ:

الاحسان ان تعبدالله کانّك تراه فان لم تکن فا نه یراك(۳)

تصّوف کا اصل پیغام یہی ہے کہ وہ عبادت خداوند کے وقت یہی خیال کرے کہ وہ خدا کے سامنے کھڑا ہے، اس سے مخاطب ہے۔ اگر اس کی اندرونی صلاحیت اسے نہیں دیکھ سکتی ہے تو وہ یعنی خدا اسے یقیناً دیکھ رہا ہے۔ اب رہا ذکر، مجاہدہ اور ریاضت کا، تو یہ سبھی کام نفس کو پاکیزہ بنانے کے لیے لازمی ہیں۔ تزکیۂ نفس کے بغیر آدمی اپنے اندر کے وسوسے سے نجات نہیں حاصل کر سکتا ہے۔ وہ حرص وہوس، بغض وحسد اور بے اطمینانی جیسی سفلی خصائل سے نجات نہیں حاصل کر سکتا ہے۔ نفس امارہ پر قابو پانے کے لیے تزکیۂ نفس کا ہونا لازمی ہے اس کے بغیر اللہ کی خوشنودی اور اس کی قربت حاصل نہیں ہو سکتی، تزکیۂ
نفس کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے

قد افلح من ذکّھا وقد خاب من دسّھا(۴)

''بے شک نفس کو جس نے صاف کیا یعنی باطن کو پاکیزہ کیا وہ کامیاب رہا اور جس نے اسے گندہ کیا وہ ناکام رہا''۔

حضور اکرم ؐ نے قرآن مجید کو اپنی بصیرت اور کردار سے لوگوں کو بتایا، سمجھایا اور ان کی روح تک ساری باتیں حکمت وبصیرت سے اتار دیں۔ تصّوف میں بھی یہی حکمت اور روش اپنائی گئی۔ قرآن وحدیث کی باتوں کو صوفیاء نے اپنی حکمت سے بتانے اور سمجھانے اور لوگوں کے دلوں میں اتارنے کی کوشش کی اور اس حکمت عملی کو اپنا کر اسلام کا پیغام ہر فرد تک پہنچانے میں کامیاب بھی رہے۔ حضور اکرم ؐ کی پوری زندگی پاکیزہ اور معیاری تھی کہ آپ کے پاکیزہ اخلاق اور عمدہ سلوک کی وجہ سے ہی انہیں عرب جیسے سخت معاشرے میں اسلام کے پیغام کو پھیلانے میں کامیابی حاصل ہوئی، اسی وجہ سے پاکیزہ سلوک اور عمدہ اخلاق کو تصّوف میں بنیادی طور سے اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

حضور اکرمؐ اخلاق عالیہ پر فائض ہیں، اور اخلاق ہی تصوّف کی بنیاد ہے، جس میں اخلاق اور حلم نہیں وہ صوفی بھی نہیں ہے۔ اصفیاء اللہ تعالیٰ کے وہ بندے ہیں:

> ''جو نہ اکڑ کر چلتے ہیں اور نہ غرور وتکبّر کا شکار ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ تو تواضع وانکساری کا پیکر اور حسن خلق کا نمونہ ہوتے ہیں کسی نے شیخ ابوعبداللہؒ سے پوچھا کہ اولیاء اللہ کی پہچان کیا ہے۔ فرمایا میٹھی زبان، خوش خلقی، خندہ پیشانی، مسکراتا ہوا چہرا، خواہ مخواہ کسی سے الجھنے سے اجتناب، عفو ودرگزر کا شیوہ اور لوگوں سے ہمدردی۔ صوفیاء کرام وہ بلند مرتبت وجود ہیں جو انسانیت کی راہ نمائی کے لیے بارگاہ رسالت سے کسب فیض کرتے ہیں اور اپنے کردار وافعال عملی نمونوں کے ذریعے اصلاح خلق کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ حدیث قدسی: میرے اولیاء میری قباء کے نیچے ہیں ان کو بہ جز میرے دوستوں کے کوئی شناخت نہیں کرسکتا ''(۵)
>
> صوفیاء میں جو اخلاق کی جھلک ملتی ہے وہ دراصل حضور اکرمؐ کے اخلاق کا حصّہ ہے، آپؐ کے اخلاق عالیہ کی تصویر آپ کے صحابہ ہیں۔ اس لئے خلفاء راشدینؓ صوفیاء کے امام ہیں اور ان کی زندگیاں صوفیاء عظام کے لیے لائق تقلید ہیں۔ صوفیاء کرام کو رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور آپؐ کی سنّت کو زندہ کرنے کا زیادہ موقع ملا ہے اور وہی نہایت عمدہ طریقہ سے اخلاق نبوی سے متصف ہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے فرزند! اگر تم سے ہوسکے تو تم صبح وشام ایسی زندگی بسر کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے خلاف میل نہ ہو۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: یہی میری سنّت ہے اور جس نے میری سنّت کو زندہ کیا در حقیقت اس نے مجھے زندہ کیا اور وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا (۶)

یہ صوفیہ کرام ہیں جنھوں نے رسول اکرمؐ کی سنت کو زندہ کیا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے ابتدائی زمانے میں آپ کے اقوال پر عمل کیا اور اپنی روحانی زندگی کے درمیانی زمانے میں آپ کے اعمال کی اقتداء کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کاران میں اخلاق نبوی اچھی طرح راسخ ہو گئے۔ لہذا اخلاق کی اصلاح اس وقت ہوسکتی ہے۔ جب تزکیہ نفس ہو اور نفس کا تزکیہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب شریعت کی قیادت تسلیم کر لی جائے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی صوفیاء کے پیشوا اور راہنما تسلیم کیے جاتے ہیں اپنی شہرہ آفاق کتاب عوارف المعارف میں فرماتے ہیں:

''حضور اکرمؐ نے اپنی امت کو خوش اخلاقی کی تعلیم دی تھی، حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

> تم میں سے مجھے وہی شخص محبوب ہے اور قیامت کے دن وہی میری مجلس کے قریب ہوگا جس کے اخلاق بہترین ہوں گے اور تم میں سے وہ اشخاص مجھے ناپسند ہیں اور وہی قیامت کے دن میری محفل سے زیادہ دور ہوں گے جو بہت زیادہ باتیں بناتے ہیں۔ گلے پھاڑ پھاڑ کر لمبی گفتگو کرتے ہیں اور

اس کے ساتھ ساتھ متکبر بھی ہیں''(۷)۔

شیخ ابوبکر الکتانی کا قول ہے، تصوف سراپا اخلاق ہے۔ جس نے کسی اخلاق کا اضافہ کیا۔ اس نے تصوف میں اضافہ کیا۔ اور جس میں اخلاق نہیں وہ صوفی نہیں، اسی طرح ایک جگہ عوارف المعارف میں درج ہے:

''زاہدوں کی ایک جماعت اچھے اخلاق سیکھتی ہے اور حسن خلق کو اختیار کرتی ہے۔ جب اہل قرب اور صوفیہ کے باطن میں نور یقین سرایت کر جاتا ہے اور وہ ان کے اندرون قلب میں اچھی طرح راسخ ہو جاتا ہے تو قلب کا گوشہ گوشہ جگمگا اٹھتا ہے اس طرح قلب کا کوئی گوشہ نور اسلام سے اور کوئی گوشہ نور ایمان سے منور ہو جاتا ہے اور نور احسان و ایقان سے قلب کے تمام گوشے روشن ہو جاتے ہیں''(۸)

خدائے متعال کے برگزیدہ اور چنیدہ انسان پیغمبر و مرسلین ہیں وحی الٰہی اصل میں خدا کا پیغام ہے اور اس پیغام میں تعلیم انسانیت و ہدایت انسانیت مضمر ہوتی ہے۔ خدا کے برگزیدہ مرسلین اپنی مرضی سے اور اپنی طرف سے کوئی پیغام نہیں دیتے ان کا ہر عمل خدا کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لیے مقبول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر قول و فعل پسند آتا ہے اس لیے فرمایا کہ رسولؐ اللہ کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا بھی ہر فعل اور عمل بارگاہ لم یزل میں مقبول ہے اس لیے کہ انہوں نے کوئی ایسا کام کرنا ہی نہیں ہے جو آپ نے نہ کیا ہو یعنی صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین اور اولیاء عظام کا ہر عمل اتباع رسولؐ میں ہوتا ہے۔ اس لیے موثر ہوتا ہے۔ لیکن آج کل نام نہاد صوفی، اتباع رسولؐ سے بے خبر اور جاہل صوفیاء کی صف میں آن کھڑے ہوئے ہیں۔ انہیں تصوف کے رموز و اسرار سے کچھ خبر نہیں، بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں اور خلاف شرع اعمال سرانجام دیتے ہیں عوام الناس بھی انہیں ولی سمجھنے لگ جاتی ہے اور وہ خود بھی بڑی سنجیدگی سے ثابت کرتے ہیں۔ میرے وجدان کے مطابق وہ شعبدہ باز تو ہو سکتے ہیں۔ نیابت رسالت کے حقدار صوفی نہیں ہو سکتے ہیں نیابت رسالت کے حقدار صوفی نہیں ہو سکے۔ تصوف کی حقیقت تو اتباع رسولؐ ہے، متبع رسالت جب ہندوستان آئے تو اس کی شکل آہستہ آہستہ تبدیل ہونا شروع ہو گئی شاید ہندوستان کے ماحول کا اثر ہوا ہے۔ یعنی جب ہندوستان میں تصوف متعارف ہوا تو صوفیاء نے یہاں کی سماجی اور تہذیبی صورت حال سے خود کو جوڑ کر ہندوستانی معاشرے کو اپنے قریب کرنے کی کوشش کی۔ اس طرح کے طریقے اپنا کر انہوں نے اپنے ارادوں میں کامیابی حاصل کی، جس کا انجام یہ ہوا کہ ہندوستان میں متعارف ہونے والا تصوف مکمل اسلامی نہیں رہا۔ بلکہ اس میں ہندوستانی سماج کے رسم و رواج شامل ہو گئے، سعدی شیرازی نے کچھ اس طرح فرمایا:

بسیار سفر باید تا پخته شود خامی
صوفی نشود صافی تا در نکشد جامی (۹)

حیرت ہے کہ یہ شکوہ حضرت داتا گنج بخشؒ کو بھی تھا، فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے زمانہ میں پیدا فرمایا ہے کہ لوگوں نے اپنی خواہشات کا نام شریعت، حبِ جاہ کا نام عزت، تکبر کا نام علم اور ریا کاری کا نام تقویٰ رکھ لیا ہے۔ اور پھر فرمایا: نبی کریم ﷺ کی شریعت کو ترک کرنے کا نام طریقت رکھ لیا ہے (۱۰)

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب '' نفحات تصوف ''میں نقل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

حضرت جنید بغدادیؒ (م ۲۹۷ھ) فرماتے ہیں، ہمارے طریقے کی بنیاد کتاب وسنت پر ہے اور ہر وہ طریق جو سنّت کے خلاف ہو مردود و باطل ہے اسی طرح شیخ عبد الوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) کا ارشاد ہے، تصوف کیا ہے؟ بس احکام شریعت پر بندے کے عمل کا خلاصہ ہے، علمِ تصوف، چشمہء شریعت سے نکلی ہوئی نہر ہے (۱۱)

اتباع رسالت دین کی بنیاد ہے، صوفی یا ولی یا صحابی کس قدر بلند مرتبہ ہو اس کی عظمت اور استقامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی وجہ سے ہی ہے۔ شریعت اسلامیہ ہر معاملے میں معیارِ حق ہے، سوچیے جب صوفیاء سنّت کو بناءِ حق تسلیم کر رہے ہیں اور اس کے مطابق اعمال کو ہی باعثِ اجر گردانتے ہیں تو کیسے یہ خیال باطل راہ پا سکتا ہے کہ صوفیاء اسلام کے متوازی تصورِ حیات کو اپنا رہے ہیں اس سلسلے میں چند معروف صوفیاء کے ارشادات پر نظر ڈالیے۔ ''حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (م ۵۶۱ھ) کا ارشاد گرامی ہے۔ جو شخص نبی اکرمؐ کی پیروی نہیں کرتا، ایک ہاتھ میں شریعت اور دوسرے ہاتھ میں قرآن مجید نہیں تھامتا، اس کی رسائی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک نہیں ہو سکتی''۔ (۱۲)

بر کفے جامِ شریعت، بر کفے سندانِ عشق\
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن (۱۳)

(ایک ہتھیلی پر شریعت کا جام اور دوسری پر عشق کا اہرن رکھنا سخت مشکل کام ہے اور پھر جام اور اہرن کو کھیل میں سلامت رکھنا ہر ہوسناک انسان کے بس کی بات نہیں۔)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (م ۵۷۰ھ) کا ارشاد پاک ہے۔ ''جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بے دینی ہے''

شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ (م ۶۳۸ھ) فرماتے ہیں:

''خبردار علم ظاہر جو شریعت کی میزان ہے اسے ہاتھ سے نہ چھوڑنا''۔

حضرت مالک بن انسؒ کا فیصلہ ہے:

''جس نے علم فقہ حاصل کیے بغیر راہِ تصوف اختیار کی وہ زندیق ہوا اور جس نے علم فقہ

حاصل کیا، تصوف کے راستے پر نہیں چلا ،وہ فاسق ہوا، جس نے دونوں کو جمع کیا وہ صحیح مومن ہے''۔حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ (م۶۳۳ھ) کا ارشاد پاک ہے:''شرع محمدؐ میں یہی حکم ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اسے بجالائے اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے پوری طرح بچا رہے''۔حضرت شاہ حکیم اللہ جہاں آبادیؒ (م۱۱۴۲ھ) کا ارشاد ہے:''اے برادر، اگر تم آج کے فقراء کے مراتب کا پتہ لگانا چاہو تو اُن کے اتباع شریعت پر نظر رکھو کیونکہ شریعت معیار ہے''۔

حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ (م۷۵۷ھ) نے یہاں تک فرما دیا:''مشرب پیر حجت نہیں، دلیل کتاب وسنّت سے ہونی چاہیے''۔حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا: شریعت تمام کمالات کی ماں اور تمام مقامات کا اصل ہے''۔حضرت علاّمہ محمد اقبالؒ نے تو فیصلہ کر دیا یعنی دو راستے بتائے ہیں اور فرمایا ہے کہ پہلا راستہ جو حضرت محمد مصطفیٰؐ والا ہے اس پر چلنے والا کامل مومن ہے اور کامل صوفی ہے اور دوسرے راستے پر چلنے والا کافر و زندیق ہے یعنی وہ راستہ ابولہب لعین کا راستہ ہے، اقبال کا شعر ملاحظہ ہو:

بہ مصطفیٰ بہ رسان خویش را کہ دین ہمہ اوست اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است (۱۵)

حوالہ جات:

۱۔ مہر علی گولڑوی، پیر، تصفیہ مابین سنّی وشیعہ، مکتبہ غوثیہ مہریہ، گولڑہ شریف، اسلام آباد، ۲۰۱۱ء، ص۳۸۔

۲۔ ایضاً، ص۳۹۔

۳۔ محمد حفیظ الرحمٰن، ڈاکٹر، تصوف اور صوفیاء کی تاریخ، سیونتھ سکائی پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص۳۰۔

۴۔ سورۃ الشّمس، آیت ۹، ۱۰۔

۵۔ محمد اسحاق قریشی، ڈاکٹر، نفحاتِ تصوّف، البغداد پرنٹرز جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد، ۲۰۱۴ء، ص۴۸۔

۶۔ شہاب الدین سہروردی، شیخ (مترجم حافظ سید رشید احمد ارشد)، عوارف المعارف، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۵ء، ص۲۸۵۔

۷۔ ایضاً، ص۲۸۷۔

۸۔ ایضاً، ص۲۹۰۔

۹۔ شیخ سعدی، بہ تصحیح محمد علی فروغی، کلّیات سعدی، انتشارات ہرمس، تہران، ۱۳۸۵ش، ص۸۹۹۔

۱۰۔ محمد اسحاق قریشی، ڈاکٹر، نفحات تصوف، ص۱۱۷۔

۱۱۔ ایضاً، ص۶۲۔

۱۲۔ ایضاً، ص۶۳۔

۱۳۔ جامی ،عبدالرحمٰن ،مولانا ،دیوانِ جامی ،با مقدمہ و اشراف محمد روشن ،موئسسہ انتشارات نگاہ،تہران،۱۳۸۰ش،ص ۵۷۰۔

۱۴۔ محمد اسحاق قریشی،ڈاکٹر،نفحاتِ تصوف،ص ۶۴۔

۱۵۔ محمد اقبال لاہوری،علامہ،ارمغان حجاز (حصہ اردو)،بزمِ اقبال،۱۹۹۷ء،ص ۱۱۷۔

مآخذ:

۱۔ جامی،عبدالرحمٰن،مولانا،دیوانِ جامی ،بامقدمہ واشراف محمد روشن،موئسسہ انتشارات نگاہ،تہران،۱۳۸۰ش

۲۔ شہاب الدین سہروردی،شیخ (مترجم حافظ سید رشید احمد ارشد)،عوارف المعارف،شیخ غلام علی اینڈ سنز،لاہور،۱۹۶۵ء

۳۔ شیخ سعدی،بہ تصحیح محمد علی فروغی،کلّیات سعدی،انتشارات ہرمس،تہران،۱۳۸۵ش،

۴۔ محمد اسحاق قریشی،ڈاکٹر،نفحاتِ تصوّف ،البغداد پرنٹرز جامعہ قادریہ رضویہ،فیصل آباد،۲۰۱۴ء

۵۔ محمد اقبال لاہوری،علامہ،ارمغان حجاز (حصہ اردو)،بزمِ اقبال،۱۹۹۷ء

۶۔ محمد حفیظ الرحمٰن،ڈاکٹر،تصوف اور صوفیاء کی تاریخ،سیونتھ سکائی پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۴ء

۷۔ مہر علی گولڑوی،پیر،تصفیہ ما بین سنّی و شیعہ،مکتبہ غوثیہ مہریہ،گولڑہ شریف،اسلام آباد،۲۰۱۱ء